ڈاکٹر حامدی کاشمیری

حالی کا اسلوب نثر

(مقدمہ کے حوالے سے)

In a study of the development of Urdu Prose Hali's work carries a certain value and importance. His style is more pronounced in his *Muqaddama-e-Sher-o-Shairi*. It carries a strong indication to the prose writers of his followers who wanted to work in the field of criticism. While quite a lot of work has been done on biography and writing of sketches not much attention has been spared for the *Muqaddama* and its prose style. Here is an effort to compensate for the deficit.

اردو نثر کے تاریخی ارتقاء کے پس منظر میں حالی کی اسلوب نثر کی اولی قدر و قیمت کی شناخت اور تعین کی جانب خاطر خواہ توجہ نہیں کی گئی ہے۔ مقدمہ شعر و شاعری یا ان کی دیگر نثری تصانیف کے جن میں سوانح عمریاں مشہور ہیں، یوں تو متعدد مطالعے کیے گئے ہیں، تاہم ان میں مجموعی طور پر ان کی ناقدانہ یا سوانح نگارانہ حیثیت سے بحث کی گئی ہے، ان مطالعات کی اپنی اہمیت ہے، تاہم حالی کی نثر نگاری کے تجزیاتی، تحسینی مطالعے سے عدم توجہی ان کے ساتھ انصاف نہ کرنے کے مترادف ہے، کیونکہ یہ رویہ ان کی اظہاریت کی قوت جو ان کی شخصیت کی قوت ہے اور جو حالی شناسی کے ضمن میں ایک بنیاد کا کام کرتی

Scanned by CamScanner

ہے کو پس پشت ڈالتی ہے، زیادہ سے زیادہ یہ ہوا ہے کہ ان کی طرز نگارش کی خصوصیات کو بالعموم دو چار فقروں میں سمیٹا گیا ہے۔ سید عبداللہ نے البتہ حالی کے طرز تحریر کے بعض محاسن کا ذکر کیا ہے۔ ''سرسید اور ان کے رفقاء'' میں انہوں نے ''حالی کی نثر کو سادہ اور پر تکلف نثر کا بہترین نمونہ'' قرار دیا ہے، سید عبداللہ کے علاوہ تقریباً ہر اس نقاد نے جس نے حالی پر قلم اٹھایا ہے۔ حالی کی نثر کی سادگی اور بے تکلفی کا ذکر کیا ہے یا سید عبداللہ ہی کی طرح حالی کی عقلیت اور استدلال کو ان کی نثر نگاری کے اوصاف میں شامل کیا ہے۔ وارث علوی نے حالی پر پوری کتاب ''مقدمہ، حالی اور ہم'' لکھ کر زیادہ سے زیادہ حالی کی نثر کے اسلوب کے حسن اور اس کی لطافت۔ اس کی نرمی اور ملائمت اور اس کی سادگی'' کی بات کی ہے۔

ظاہر ہے حالی کی نثر نگاری کے بھرپور تجزیہ اور اس کی تعین قدر کا کام ابھی تشنہ تکمیل ہے اس مختصر سے مقالے میں میری یہ کوشش ہوگی کہ حالی کے نثری اسلوب کے خواص کا تجزیہ اس نقطہ نظر سے کیا جائے کہ اس کی ادبی اور ترسیلی اہمیت اجاگر ہو سکے، اس ضمن میں یہ دیکھنا مناسب ہوگا کہ خود حالی کے نزدیک نثری اسلوب کا کیا تصور تھا، اور پھر یہ بھی دیکھا جائے کہ انہوں نے اپنے تصور کو کس حد تک عملی شکل دی ہے جس عہد میں حالی نے نثر نگاری کی جانب توجہ کی، وہ عہد سیاسی، سماجی اور تہذیبی اعتبار سے غیر معمولی تبدیلیوں سے عبارت تھا۔ حالی کی دیکھتی آنکھوں ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ انقلاب برپا ہوا جس کے نتیجے میں صدیوں کی مغلیہ تہذیب اور اقتدار کا شیرازہ بکھر گیا اور ملک پر انگریز مسلط ہو گئے، انگریزوں نے اپنی بنیادوں کو مستحکم کرنے کے لیے اپنے ملک کی زبان، تعلیم اور ثقافت کو ملک کے طول و عرض میں متعارف کروانے کا بیڑا اٹھایا، یہاں تک کہ یہ دور مغربی تہذیب و فکر کے روز افزوں اثرات کے تحت لوگوں کے طرز فکر، رہن سہن، آداب زندگی اور ادبی نظریات میں گہری تبدیلیوں کا دور بن گیا۔ اس دور انقلاب میں سرسید جیسا بیدار

Scanned by CamScanner

مغز، روشن خیال اور فعال مصلح پیدا ہوا جس نے اہل وطن اور خاص کر مسلمانوں کو ماضی پرستی کے رویے سے دستبردار ہونے اور نئے سائنسی تقاضوں کو اپنانے کی ترغیب و تعلیم دی۔ سرسید اور روایت پرست طبقوں کی مخالفتوں کے باوجود، اپنے مقاصد یعنی سائنسی برکات سے مستفیض ہونے کے لیے لوگوں کو ہم خیال بنانے میں کامیاب ہوئے۔ ان کی موثر اور عبد آفرین شخصیت سے حالی بھی متاثر ہوئے۔ انہوں نے مغربی خیالات کے زیر اثر ادب میں روایتی اور ازکار رفتہ نظریات کی بے معنویت کا ادراک کیا۔ انہوں نے محسوس کیا کہ اردو زبان اور شعر و ادب کو اپنی بقا اور ترویج کے لیے زمانے کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونا ضروری ہے۔ اسی نقطہ نظر سے انہوں نے مقدمہ لکھا اور شاعری کے معنوی اور لسانی امکانات اور حد بندیوں کی توضیح کی۔ اسی نقطہ نظر کا کرشمہ ہے کہ انہوں نے اپنے خیالات و نظریات کے موثر اظہار کے لیے نثر میں ایک ایسا طرز نگارش اختیار کیا جو اسے ادبی وقعت سے آشنا کرانے اور اردو نثر میں اسے ایک مستقل حیثیت عطا کرنے کا ضامن بن گیا اور یہ وہ کام ہے جو حالی ہی سے ممکن ہوا کسی اور انشاء پرداز سے نہیں۔ حالی سے پہلے اردو نثری اسالیب کی روایت نہ ہونے کے برابر تھی۔ دکن میں وجہی کی سب رس کے بعد شمالی ہندوستان میں ''کربل کتھا''، ''نوطرز مرصع'' اور ''فسانہ عجائب'' جیسی داستانوں کی نثر حد درجہ مسجع و مقفی تھی۔ یہ تکرار و تعقید کی دشوار تھی اور لفاظی سے گراں بار، یہ نثر غدر کے ساتھ ہی ماضی کا حصہ بن گئی، تاہم فورٹ ولیم کالج کے زیر اہتمام نثر نگاری کی جو روایت میر امن نے ''باغ و بہار'' میں اور پھر مرزا غالب نے مکاتیب کی صورت میں ''عود ہندی'' اور ''اردوئے معلی'' میں قائم کی وہ اردو زبان کی فطری اظہاریت کے نئے امکانات کی نشاندہی کرتی ہے۔ ''باغ و بہار'' کے اسلوب میں روز مرہ اور محاورہ کی چاشنی ہے اور یہ بول چال کی عام زبان سے مابہ الامتیاز ہو جاتی ہے۔ غالب نے مراسلہ نگاری کو لفاظی، تکرار اور القاب سے پاک کر کے اپنے طرز اظہار کو بات چیت کی بے ساختگی عطا کی اور اس میں

Scanned by CamScanner

شعری مسائل کے اظہار کو ممکن بنایا۔ یوں ہم اردو نثر ابھی خالص ادبی نقطۂ نظر سے اپنے مخفی امکانات کو بروئے کار نہ لا سکی تھی۔ ۱۸۷۰ء میں سرسید نے "تہذیب الاخلاق" نکالا اور اس میں مختلف معاشرتی مسائل پر مضامین لکھے۔ سرسید نے پہلی بار اردو نثر کو مبالغہ آرائی، لفاظی، تصنع اور قافیہ آرائی سے نجات دلا کر اسے علمی، سائنسی اور سماجی مسائل کے اظہار کا راست وسیلہ بنایا اور اسے سادگی، متانت اور قطعیت سے آشنا کیا۔ حالی نے "باغ و بہار" اور "مکاتیب غالب" کے بعد سرسید کی نثر سے استفادہ کیا۔ انگریزی نثر نگاروں سے وہ اکتساب فیض نہ کر سکے۔ کیونکہ وہ انگریزی سے واقف نہ تھے۔ تاہم انگریزی نثر کے بعض نمونے، جن کے تراجم کی تصحیح کے کام پر وہ مامور تھے ان کی نظر سے گزرے ہوں گے۔ بہر حال مذکورہ بالا نثری نمونوں کی موجودگی میں جب انھوں نے مقدمہ قلمبند کیا، تو فی الحقیقت انھوں نے مغربی معلومات کے ساتھ اپنی خداداد لیاقت پر انحصار کیا اور اردو ادب کو ایک ایسے اسلوب نثر سے متمتع کیا جو نہ صرف ان کے تنقیدی خیالات کا ہی متحمل ہوا۔ بلکہ آنے والے نقادانِ فن کے لیے بھی انتقادیت کے وافر امکانات کی بشارت دے گیا۔ چنانچہ مقدمہ کے سو برس کے بعد بھی حالی ہی کے اختراع کردہ اسلوب نثر کے چراغ سے چراغ جلائے جا رہے ہیں۔

حالی کا اسلوب نثر بنیادی طور پر ادبی نثر کے تقاضوں کو کما حقہ پورا کرتا ہے، ادبی نثر کو علمی، مذہبی یا سائنسی مقاصد کے لیے استعمال ہونے والی جملہ اقسام نثر سے ممیز و ممتاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ مصنف کی شخصیت کی نفی نہیں، بلکہ اس کا اثبات کرتی ہے۔ حالی کی نثر میں بھی ان کی شخصیت کے بعض پہلو آئینہ ہو جاتے ہیں۔ واضح رہے کہ شعر کی طرح نثر میں مصنف کے شخصی خصائص کا اظہار ایلیٹ کے لاشخصی نظریے سے ہرگز متضاد نہیں، ایلیٹ نے لاشخصیت کے نظریے کی وکالت کرتے ہوئے ادب سے شخصیت کے مکمل اخراج کی بات نہیں کی ہے۔ اس لیے کہ یہ ناممکنات میں سے ہے۔ اسلوب اظہار

Scanned by CamScanner

شخصیت سے قطعی طور لاتعلق کیونکر ہو سکتا ہے؟ فن خلا میں تخلیق نہیں ہوتا، بلکہ تخلیق کار کی باطنی شخصیت سے اخذ نمو کرتا ہے۔ ایلیٹ کا نظریہ دراصل فن میں شخصی جذبات کے وفور اور تغلب کی نفی کرتا ہے، جو بعض رومانی شعرا، مثلاً شیلی کے یہاں نظر آتا ہے۔ حالی کی نثر میں ان کی شخصیت کا غلبہ نہیں بلکہ شخصیت کے روشن پہلو ملتے ہیں۔ انہوں نے قدیم شاعری پر نظر ڈالتے ہوئے کہیں جذباتیت کو راہ نہیں دی ہے۔ بلکہ خود عقلی اور عزم و احتیاط سے کام لے کر اپنے خیالات کو استدلالی پیرائے میں بیان کیا ہے۔ چنانچہ ان کا عقلی اور استدلالی انداز مستقلاً قائم رہتا ہے، اور ان کے مزاج کی پاسداری کرتا ہے۔ تاہم ان کا پیرایہ بیان غیر شخصی یا غیر جذباتی نہیں۔ وہ اپنے خیالات کو توازن، ترتیب، تہذیب، متانت اور وضاحت کے ساتھ پیش کرتے ہوئے داخلی ردعمل کی نزاکتوں، لطافتوں اور رنگوں سے لاتعلق نہیں رہتے۔ یہ ضرور ہے کہ وہ آزاد کی خیال طرازیوں اور شعریت کے وفور اور شبلی کی تزئین کاری اور جوشیلے پن کے بجائے سائنسی توازن اور عقلی محاکمے کو روا رکھتے ہیں، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کی نثر حسن اور لطافت سے عاری ہے۔ ان کے یہاں کچھ کی دلپذیر متانت کے ساتھ ساتھ طنز، استہزائیہ تمثیلی اور استعاراتی پیرائے ان کی شخصیت کے مختلف رنگوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ مثلاً

> "ہمارے ملک میں فی زمانہ شاعری کے لیے صرف ایک شرط یعنی موزوں طبع ہونا درکار ہے، ہر شخص چند سیدھی سادی متعارف بحروں میں کلام موزوں کر سکتا ہے، گویا اس کے شاعر بننے کے لیے کوئی حالت منتظرہ نہیں رہتی، معمولی مضامین، معمولی تشبیہوں اور استعاروں کا کسی قدر ذخیرہ اس کے لیے موجود ہی ہے، جس کو متعدد صدیوں سے لوگ دہراتے چلے آتے ہیں اور اتفاق سے وہ موزوں طبع بھی ہیں، اب اس کے لیے اور کیا چاہیے۔"

Scanned by CamScanner

"رہا قافیہ اور خاص کر ایسا جیسا کہ شعرائے عجم نے اس کو نہایت سخت قیدوں سے جکڑ بند کر دیا ہے اور پھر اس پر ردیف اضافہ فرمائی ہے، شاعر کو بلاشبہ اس کے فرائض ادا کرنے سے باز رکھتا ہے۔"

"سچ یہ ہے کہ شعر کو زیادہ خوشنما بنانے کے لیے اس میں ایک ایسی قید لگانی جس سے شعر کی اصلیت باقی نہ رہے، بعینہ ایسی بات ہے کہ لباس کو زیادہ خوشنما بنانے کے لیے اس کی ایسی قطع رکھی جائے جس سے لباس کی علت غائی یعنی آسائش اور پردہ دونوں فوت ہو جائیں۔"

"میان میں رہتی ہے، گلے میں حائل کی جاتی ہے، زخمی کرتی ہے، کمر سے اڑتی ہے، سر اتارتی ہے، خون بہاتی ہے، جو رنگ کاٹتی ہے، اس کی دھار تیز بھی ہو سکتی ہے، کند بھی۔ اب وہ کہیں جال لگا کر چڑیاں پکڑتا ہے، کہیں اس کو تیر مار کر گراتا ہے، کہیں ان کو زندہ پنجرے میں بند کرتا ہے، کہیں ان کے پر نوچتا ہے، کہیں ان کو ذبح کر کے زمین پر تڑپاتا ہے سارے چڑی مار اس کے آگے کان پکڑتے ہیں۔"

"آج کل دنیا کا حال صاف اس درخت کا سا نظر آتا ہے، جس میں ہری ہری کونپلیں پھوٹ رہی ہیں اور پرانی ٹہنیاں جھڑی چلی جاتی ہیں۔"

حالی کے یہاں نثر کا اپنا مخصوص آہنگ ہے، جو آہستگی، شائستگی اور دلنشینی کا انداز رکھتا ہے۔ نثر کے اس آہنگ میں آہستہ رو جوئبار کی نغمگی ہے، جو خاموشی میں اپنے وجود کا احساس دلاتی ہے۔ اس کی آہستگی حسب ضرورت تیزی میں بھی بدل جاتی ہے اور تنوع کو راہ دیتی ہے۔ مجموعی طور پر حالی کا طرز تحریر جذبے کی حرارت سے زیادہ ذہن کی روشنی کا

Scanned by CamScanner

سامان کرتا ہے اور جمالیاتی حظ کا جواز فراہم کرتا ہے۔

حالی کا استدلالی انداز فکر ان کی شخصیت کو استحکام عطا کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ بلا تامل قدیم ادب اور معاصر شعری رویوں کا محاکمہ کرتے ہوئے غلو، جانب داری یا جذبات کے شکار نہیں ہوتے بلکہ خود اعتمادی، معروضیت اور اصابت رائے سے کام لیتے ہوئے کتنے قدیم نظریات کو مسترد کرتے ہیں اور کتنے ہی نئے نظریات کو گلے لگاتے ہیں۔

اردو نثر پر ان کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ انہوں نے نثر کو شعریت تاثریت تجریدیت اور داخلیت کی بھول بھلیوں میں بھٹکنے سے روکا، یہ الگ بات ہے کہ ان کے بعد ان کی قائم کردہ روایت کے باوجود کئی نثر نگاروں مثلاً نیاز فتح پوری نے شعریت کی جانب رخ کیا اور کئی ناول نگاروں اور افسانہ نویسوں مثلاً کرشن چندر نے تخلیقی نثر کے نام پر نثر کو افراط و تفریط سے مغلوب کیا۔

حالی فعال ذہن کے مالک ہیں، وسیع مطالعے کی بدولت ان کا ذہن نت نئے خیالات کو قبول کرتا رہا اور بحیثیت نثر نگار ان کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے اپنے خیالات کی وسعت اور رنگارنگی کے مطابق نثر کے دامن کو وسعت دی۔ مقدمہ کے کسی حصے کا مطالعہ کیجئے۔ تو حالی کے وسعت پذیر خیالات کا impact محسوس ہوتا ہے۔ انہوں نے خیالات کی وسعت کے مطابق جملوں کی طوالت کو روا رکھا ہے۔ جہاں خیالات پھیلے ہوئے ہیں، وہاں جملے بھی طویل اور مرکب ہیں اور جہاں یہ صورت نہیں، وہاں اختصار ہے اور جملہ دو یا تین الفاظ پر قائم ہوتا ہے۔

حالی نے اردو زبان کی اظہاریت کو بروئے لانے کے لیے جدید لسانی نظریے سے کام لیا ہے جس کی رو سے زبان ایک متحرک اور ارتقاء پذیر قوت ہے جو موثر ترسیلیت کے لیے نئے الفاظ گھڑنے یا دیگر زبانوں کے الفاظ قبول کرنے میں تامل نہیں کرتی، انہیں عربی اور فارسی میں خاصی دستگاہ تھی اور جہاں تک اردو زبان کا تعلق ہے، وہ اس کی ماہیت،

Scanned by CamScanner

رشتہ اور ارتقاء پر گہری نظر رکھتے تھے، وہ اپنے عصر میں انگریزی زبان کے عمل دخل سے بھی واقف تھے، لہٰذا انہوں نے خود اظہاریت کے لیے ایک ایسی مرکب زبان کو برتا، جو ہندی اور بھاشا کے الفاظ اور نحوی ساخت کے ساتھ ساتھ فارسی اور عربی کے الفاظ، نیز انگریزی کے الفاظ سے تشکیل پاتی ہے۔ اس طرح سے وہ زبان کے برتاؤ میں کسی تذبذب، تعصب یا تنگ نظری کے شکار نہ ہوئے ان کے نزدیک اردو زبان کی بنیاد جیسا کہ معلوم ہے ہندی اور بھاشا پر رکھی گئی ہے، اسکے تمام افعال اور تمام حروف اور غالب حصہ اسماء کا ہندی سے ماخوذ ہے اور اردو شاعری کی بنا فارسی شاعری پر جو عربی شاعری سے مستفاد ہے، قائم ہوئی ہے، نیز اردو زبان کا بہت بڑا حصہ اسمائے عربی اور فارسی سے ماخوذ ہے۔"

زبان کے اس جدید تصور کی عملی صورت مقدمہ کے علاوہ ان کی سوانح عمریوں میں بھی ملتی ہے جنہوں نے کھڑی بولی اور ہندی کے الفاظ مثلاً جنم بھوم، ناٹک، سنسار، میگھ، برکھا، جیسے پرکرتی، کلاس، جیون اور پاپ کے ساتھ ساتھ انگریزی کے کئی رائج الوقت الفاظ جیسے کرمنل، جیوری، پارٹی، کلاس، ٹیکنیکل، سلیپ، ہیلپ، فنڈ، پمفلٹ، ڈکشنری، سیکرٹری، سائنٹفک، کمیٹی، لٹریچر، نیچرل اور گرامر وغیرہ بے تکلفی سے استعمال کیے ہیں۔

حالی نے مقدمہ میں کئی جگہوں پر زبان کی تشکیل میں روزمرہ، محاورہ، تشبیہ و استعارہ کے ساتھ ساتھ صنائع و بدائع کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے اور گہرے لسانی شعور کا مظاہرہ کیا ہے۔ محاورہ اور روز مرہ کے برمحل استعمال اور ان کی لطافت خیزی کو وہ اہل زبان کی بول چال سے مشروط کرتے ہیں، اور ان کے بیجا استعمال کا استرداد کرتے ہیں۔ محاورہ کو شعر میں ایسا سمجھنا چاہیے جیسے کوئی خوب صورت عضو بدن انسان میں اور روز مرہ کو ایسا جاننا چاہیے جیسے تمام اعضاء بدن انسان میں، چونکہ محاورہ اور روز مرہ کو تحریر میں شامل [illegible] اس لیے قدرتی طور پر صنائع و بدائع اور قافیہ [illegible] کو ظاہر کرنے میں [illegible] کے مترادف قرار دیا ہے، لکھتے

ہیں۔ صنائع و بدائع پر کلام کی بنیاد رکھنے سے الفاظ و معنی کا رشتہ ہاتھ سے جاتا رہتا ہے اور کلام میں بالکل اثر باقی نہیں رہتا۔

حالی نے اپنے تصورِ اسلوب کی کہیں صراحت نہیں کی ہے، تاہم دو تین جگہوں پر انہوں نے اسلوب کی خاصیت کے بارے میں معنی خیز اشارے کیے ہیں۔

۱۔ ''جس مصنف یا مضمون نگار کو دیکھئے اس پر کوئی نہ کوئی عادت سوار ہوتا ہے۔''

(حیات جاوید)

۲۔ ''ہر مصنف پر اس کی طبیعت کے میلان کے مطابق رفتہ رفتہ کسی خاص پیرایۂ بیان کا رنگ چڑھ جاتا ہے۔'' (حیات جاوید)

۳۔ ''جو لوگ تصنیف کے دور سے آگاہ ہیں۔ وہ یہ جانتے ہیں کہ کلام میں لذت اور مقبولیت پیدا نہیں ہو سکتی، جب تک کہ اس کے ایک ایک لفظ میں خونِ جگر کی چاشنی نہ ہو۔'' (حیات سعدی)

اسلوب کا مصنف تصرف حاصل کرنا یا اس پر (مصنف پر) کسی خاص پیرائیہ بیان کا رنگ چڑھ جانا یا اس کے (اسلوب) ایک ایک لفظ میں مصنف کے خونِ جگر کی چاشنی سے مترشح ہوتا ہے کہ حالی پیرائیہ بیان کو مصنف کی شخصیت کا ناگزیر حصہ سمجھتے ہیں، یہ ضرور ہے کہ مصنف کو ایسے اسلوب کو شخصیت کا جزو لاینفک بنانے کے لیے مستقل طور پر مشق و مزاولت سے کام لینے کی ضرورت ہے، جس کی وضاحت حالی نے مقدمہ میں جگہ جگہ کی ہے اور جیسے ڈاکٹر سید عبداللہ نے حالی کے اسلوب کے ''داخلی رنگ'' کے بجائے اس کا ''خارجی حصہ'' قرار دیا ہے۔ سید عبداللہ نے یہ نتیجہ حالی کے بعض بیانات جن میں انہوں نے شاعری کو معمار کے عمل سے مشابہ کیا ہے اور سعدی کے اسلوب کی سلاست کو مسلسل مشق و محنت کا نتیجہ قرار دیا ہے، سے اخذ کیا ہے اور ساتھ ہی حالی کے اسلوب کے بارے میں مندرجہ بالا بیانات کو بھی اپنی دلیل کو مستحکم بنانے کے لیے برتا ہے، جو درست

نہیں، اسلوب کا مصنف پر تصرف حاصل کرنا، یا مصنف پر کسی خاص قسم کا بیان کا رنگ چڑھ جانا یا تصنیف کے ایک ایک لفظ میں ''مصنف کے خون جگر کی چاشنی جیسے بیانات کو اسلوب کے محض ''خارجہ حصہ'' سے منسوب نہیں کیا جاسکتا، یہ اسلوب کی داخلی خاصیت پر بھی دلالت کرتا ہے جس پر حالی کے کلی نظریہ اسلوب کی بنیاد قائم ہے اور جسے انہوں نے سرسید کے ''اسلوب کی سادگی اور بے تکلفی کے ساتھ مطلب نگاری'' کی بنا پر ''نیچرل سٹائل'' سے موسوم کیا ہے اور اسے تحریر کی ذاتی قابلیت کے مترادف قرار دیا ہے جو ''بغیر مقصد و ارادہ کے قلم کو اس راہ پر ڈال دیتا ہے جس پر اس کو چلنا چاہیے۔'' مزید برآں حالی کے اسلوب کا ''داخلی رنگ'' اور ''فطری بہاؤ'' خود ان کی تحریر کا خاصہ ہے۔ اس بحث سے یہ بتانا مقصود نہیں کہ حالی اسلوب کی تشکیل میں مشق و مزاولت'' جو اس کا خارجی پہلو ہے کے منکر ہیں۔ وہ بار بار لفظوں میں صفائی اور گھلاوٹ کے لیے ''درستی اور کانٹ چھانٹ'' پر زور دیتے رہے۔

انہوں نے اسلوب کی خوبیوں کا بھی ذکر کیا ہے، ان کے نزدیک اسلوب بیان کی بنیادی خوبی سادگی ہے جو بقول ان کے ''طبع سلیم کے اقتضا'' سے مطابقت رکھتی ہے، وہ سعدی کے اسلوب تحریر میں سادگی کو ہی بڑا وصف قرار دیتے ہیں اور اسے ''فی الواقع شیخ کے کمال انشاء پردازی کی ایک بہت بڑی دلیل'' قرار دیتے ہیں، مقدمہ میں انہوں نے سادگی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے۔ ''ہمارے نزدیک کلام کی سادگی کا معیار یہ ہونا چاہیے کہ خیال کیسا ہی بلند اور دقیق ہو مگر پیچیدہ اور ناہموار نہ ہو اور الفاظ جہاں تک ممکن ہو، تجاوز اور روز مرہ کی بول چال کے قریب ہوں۔''

حالی نے تصور اسلوب کے ضمن میں بعض اہم ادبی مباحث مثلاً'' لفظ و معنی'' تجربہ و تخیل، روایت اور جدت اور سادگی و تصنع کا احاطہ کیا ہے اور اپنے عہد کے ادبی لسانی شعور کے مطابق نتائج کا استخراج کیا ہے، اور مقدمہ میں جو اسلوب برتا ہے وہ ان کے

Scanned by CamScanner

تصورات کا جیتا جاگتا نمونہ ہے۔

ان کے اسلوب کی بنیادی خصوصیت سادگی ہے، یہ ضرور ہے کہ بعض مقامات پر وہ غالباً روایتی نثر کے زیر اثر فارسی دانی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور مشکل الفاظ استعمال کرتے ہیں مگر وہ بہت جلد بقول ان کے طبع سلیم کے اقتضا کے تحت سادہ نگاری کی جانب رجوع کرتے ہیں، مقدمہ کا آغاز اس کی مثال ہے۔

''حکیم علی الاطلاق نے اس ویرانہ آباد نما یعنی کارخانہ دنیا کی رونق اور انتظام کے لیے انسان کے مختلف گروہوں میں مختلف قابلیتیں پیدا کی ہیں'' کے فارسیت آمیز فقروں کے بعد ہی سادہ بیانی ملاحظہ کیجئے۔

'' کسان اپنی کوشش سے عالم کی پرورش کرتا ہے اور معمار کی کوشش سے لوگ سردی، گرمی مینھ اور آندھی کی گزند سے بچتے ہیں۔''

ان کی سادگی سرسید کے اسلوب کی مانند ''روکھی پھیکی اور خشک'' نہیں، بلکہ برجستگی، روانی اور توازن کی بنا پر ادبی نظامت سے مملو ہے۔ یہ ادائے مطلب جسے وہ ''مطلب نگاری'' سے موسوم کرتے ہیں، کا حق ادا کرتی ہے۔ حالی ''مطلب نگاری'' میں بندش الفاظ اور جملوں کی ترتیب و تہذیب میں خاصی لچک اور آزادی سے کام لیتے ہیں اور زبان کا محکوم ہونے کے بجائے اس کے حاکم ہو جاتے ہیں۔ نتیجے میں ان کا نثری اسلوب جامعیت، وقار اور تاثیر حاصل کرتا ہے، یہاں تک کہ کلیم الدین احمد بھی جو حالی کی ناقدانہ حیثیت کے زیادہ قائل نہیں، ان کی ''بلند پایہ نثر'' پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''حالی کا یہی کارنامہ ہے کہ انہوں نے نثر کو اپنایا، اس میں کوشش کی کہ جو کچھ لطف ہو، وہ صرف مضمون کی ادا میں ہو، جو اپنے دل میں ہو، وہی دوسروں کے دل میں پڑے تاکہ دل سے نکلے اور دل میں بیٹھے۔''

Scanned by CamScanner